Research Journal
Tahqeeqat
ریسرچ جرنل تحقیقات
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334

احمد ندیم قاسمی کے خاکوں میں تاریخی شعور

Historical Consciousness in Ahmad Nadeem Qasmi's Sketches

Muhammad Saleem Abbas
Ph. D Scholar, Department of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad.
Dr. Saeed Ahmad
Associate Professor, Department of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad

محمد سلیم عباس
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر سعید احمد
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract

Ahmed Nadeem Qasmi is a shining star of Urdu literature. He offered his services in every field of Urdu literature. You are the best fiction writer, critic, poet and cartoonist of Urdu. Two collections of his sketches have been published so far. These collections (Mere Hum Kadam) (Mere Hum Safar) include a total of thirty-two sketches. Ahmed Nadeem Qasmi has included prominent figures of his era in his sketches. Qasmi has presented all the human weaknesses of his subjects in his sketches. In his sketches, there is a glimpse of realism, fictional style and personality. He has presented the culture and culture of Pakistan and India in his sketches. Qasmi has enlightened Urdu sketching with deep meaning. His sketches are excellent examples of calligraphy. Alongwith the personality, he has also given space to the political and social conditions of his era in his sketches and immortalized the famous writers of his time with his pen. The trend of realism in his sketches reflects his progressive thinking.

Keywords: *Sketches, Glimpse, Realism, Fictional, Style, Culture, Calligraphy, Social, Immortalized, Progress.*

کلیدی الفاظ: ثقافتی رنگ، عصری شعور، سیاسی شعور، تاریخی شعور، لفظی پیکر، تخیل، وسعت، مبالغہ آمیزی، عصری معنویت

تعارف موضوع

احمد ندیم قاسمی کا شمار ادب کے نابغۂ روز گار لکھاریوں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے جس صنفِ ادب پر قلم اٹھایا اُسے فکری وسعتوں اور افکار کی قوت سے مالا مال کر دیا۔ احمد ندیم قاسمی اردو کا وہ گلستان ہے جہاں ہر ہر رنگ کا پھول کھلتا ہے اور فضا کو معطر کرتا ہے۔ انھوں نے اردو افسانہ کو دیہاتی ثقافتی رنگ اور لب و لہجہ عطا کیا۔ ان کی شاعری بھی عصری شعور سے بھرپور مضامین کی عکاسی کرتی ہے۔ انھوں نے اپنے عہد میں جو دیکھا اُسے لفظی پیرہن میں ڈھال دیا۔ زندگی کے گوناگوں مسائل کی سچی تصویر پیش کی۔ مبالغہ آمیزی اور تخیل کا سہارا لیے ادب کو گہری وسعت عطا کی۔ انھوں نے فن، فن کار اور ادب کے درمیانی بُعد کو ختم کر کے ایک نئی مثال قائم کی ہے۔ ان کے خیال میں فن کار کو اپنے عصری مسائل اور حالات و واقعات کا علم ہونا چاہیے۔ اُسے انسانی اقدار اور اخلاقیات سے آگاہ ہونا چاہیے۔ ایسا ادیب جس کی قوتِ مشاہدہ مطالعہ بہتر ہو گی وہ زندگی کو صحیح معنوں میں ادبی رنگ میں ڈھال سکے گا۔ بہ قول احمد ندیم قاسمی:

> ”ایک تخلیق کار، ادب و فن اور زندگی کے گوناگوں مسائل کے بارے میں سوچتا ضرور ہے۔ میرے مضامین انہی سوچوں کا اظہار ہیں۔ جب بھی کسی مسئلے کی شدت کا احساس ہوا میں نے اپنی سوچوں کا اظہار ضروری سمجھا۔“(1)

OPEN ACCESS HEC DRJI ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE اشاریہ اردو جرائد EuroPub

احمد ندیم قاسمی نے اپنے عہد کی تہذیب و ثقافت کا گہرا جائزہ پیش کیا۔ ان کے خاکوں میں ہندوستانی اور پاکستانی تہذیب جلوہ گر ہے۔ انھوں نے اپنی ساری سرگرمیوں کا عمیق جائزہ لیا اور اُن کی تہذیب و ثقافت اور مٹی سے محبت کا ثبوت فراہم کیا۔ کلچر کے بغیر انسانی زندگی کا جائزہ لینا مشکل ہوتا ہے۔ یہ انسانی ذہنی، خارجی، داخلی کیفیات اور سوچ کا حامل ہوتا ہے۔ بہ قول ڈاکٹر جمیل جالبی:

"کلچر ایسا لفظ ہے جو زندگی کی ساری سرگرمیوں کا خواہ وہ ذہنی ہوں یا جسمانی، خارجی ہوں یا داخلی احاطہ کرلیتا ہے۔"(2)

کسی بھی انسان کو اُس کی تہذیب و ثقافت سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ احمد ندیم قاسمی نے ہندوستانی کلچر کا عمیق مشاہدہ اور مطالعہ کیا اور اپنی زندگی کے اہم واقعات کو لفظی حسن میں ڈھالا۔

احمد ندیم قاسمی نے نسلِ نو کے لیے خاکے لکھے تاکہ وہ تاریخ، انسانی اقدار، بدلتے رجحانات اور بدلتی تہذیبوں سے آگاہ ہوسکے۔ نئے قاری کو ماضی کا علم ہونا چاہیے۔ قاسمی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ نسلِ نو ذہین ہے لیکن اُسے ماضی سے سبق سیکھنے اور تاریخ کا علم ہونا چاہیے۔ اُن کے نزدیک ملکی اور قومی دولت سے فیض یاب ہو یہ زندگی قوموں کی نشانی ہے۔ ملک کی سیاسی و سماجی صورت کے بارے میں آگاہی ضروری ہے۔ نئے لکھنے والوں کو پرانے ادیبوں کے بارے میں بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کس طرح انھوں نے ملک و قوم کی خدمت کی اس ضمن میں وہ رقم طراز ہیں:

"ہمیں اپنی نئی پود سے ہزار اختلاف سہی لیکن یہ طے ہے کہ مستقبل کا شعر و ادب انھی نوجوانوں سے وابستہ ہے۔ پھر ہم سب جانتے ہیں کہ یہ نوجوان شاعر اور ادیب بے حد ذہین ہیں اور زندگی کے بارے میں معلومات ہم سے بھی کچھ زیادہ ہی ہیں کیوں کہ وہ جدید تعلیم یافتہ ہیں۔"(3)

احمد ندیم قاسمی نے اپنے احباب کی مجلسی زندگی کو اپنے دو مجموعوں میں پیش کیا۔ اُن کا خاکوں پر مشتمل مجموعہ "میرے ہم سفر" 2000ء میں ادبی افق پر چمکا۔ اس مجموعہ میں تیرہ خاکے ہیں۔ سید عبدالمجید سالک، غلام رسول مہر، چراغ حسن حسرت، منٹو، ن م راشد، فیض احمد فیض، سید ضمیر جعفری، امتیاز علی تاج، حکیم محمد سعید، خدیجہ مستور، ابن انشاء، سجاد سرور انصاری اور محمد طفیل جیسی قد آور ادبی شخصیات کے سوانحی و ادبی خاکے "میرے ہم سفر" میں شامل ہیں۔ فیض احمد فیض اور منٹو کے خاکے خاصے طویل ہیں۔

"میرے ہم قدم" میں انہیں شخصیات کو لفظی پیکر میں ڈھال کر زندہ جاوداں بنایا گیا ہے۔ اختر شیرانی، احسان دانش، اختر حسین جعفری، ظہیر بابر، مرزا محمد ابراہیم، دادا امیر حیدر، ظہیر کاشمیری، کرشن چندر، شیخ خورشید احمد خاں، مختار صدیقی، میاں عبدالمجید، ڈاکٹر اقبال شیدائی، ظہور نظر، میر خلیل الرحمٰن، پروین شاکر، ریاض شاہد، اطہر نفیس، حسن عابدی، کاوش بٹ جیسے علمی، ادبی اور سیاسی شخصیات کی مجلسی زندگی کو پیش کیا گیا ہے۔

احمد ندیم قاسمی کا انداز دیگر خاکہ نگاروں سے الگ تھلگ نظر آتا ہے۔ وہ اپنے ممدوحین کی علمی کاوشوں اور ادبی خصلتوں اور ادبی پہلوؤں کی نقاب کشائی کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہم عصر اور دیگر خاکہ نگاروں کی طرح وہ جزئیات نگاری اور لفظی تصویر یا مرقع نگاری نہیں کرتے اور نہ ہی خدوخال واضح کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں بل کہ وہ صرف ادبی و مجلسی زندگی سے بھرپور اہم واقعات کو بیان کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ بعض خاکہ نگار صاحب خاکہ کی نفسیات اور ذاتی زندگی سے بھرپور واقعات پیش کرنے کو ترجیح دیتے ہیں لیکن یہاں صورت حال اس کے برعکس ہے۔ قاسمی کسی بھی شخص کی ذاتی زندگی میں جھانکنے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ ادبی محفلوں میں ہونے والی ملاقاتوں کا احوال بیان کرتے ہیں۔

اہم واقعات کی روشنی میں اپنے ممدوحین کی زندگی بل کہ مجلسی زندگی کو قلمی رنگ میں ڈھالنے کا فن ان کے ہاں موجود ہے۔ صبیحہ نسرین اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

”احمد ندیم قاسمی کے خاکے کا انداز دیگر خاکہ نگاروں سے بالکل مختلف ہے۔ وہ اپنے خاکوں میں عام پہلو کم اور علمی و ادبی پہلو کی نقاب کشائی زیادہ کرتے ہیں۔ وہ کسی بھی شخص کے تعارف میں اس کا حلیہ، چہرہ مہرہ، خدوخال پیش نہیں کرتے نہ ہی ان کی ذاتی زندگی میں جھانکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بل کہ ادبی نوعیت سے یا پھر کسی اور موقع پر ہونے والی ملاقاتوں کے ذریعے جو واقعات رونما ہوتے ہیں۔ ان کی روشنی میں وہ ان کی شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔“(4)

احمد ندیم قاسمی کا یہ فن کمال ہے کہ وہ جزئیات نگاری سے زیادہ کام نہیں لیتے۔ وہ غیر ضروری واقعات کو پیش کرنے کے بجائے ضروری واقعات کو پیش کرنا ضروری گردانتے ہیں۔ انھوں نے اپنے ممدوحین کو جس روپ، رنگ اور حال میں دیکھا۔ ویسا ہی بیان کر دیا۔ خامیوں اور کمزوریوں کو چھپانے کی کوشش نہیں کی بل کہ ہمدردانہ لہجہ میں خامیوں کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔ ان کے خاکے طویل بھی ہیں لیکن دلچسپی کا عنصر ہاتھ نہیں چھوڑتا۔ ماہر احمد خان قاسمی کے خاکوں پر یوں اظہارِ خیال کرتے ہیں:

”احمد ندیم قاسمی نے جتنے خاکے ادب کے کینوس پر ابھارے ہیں۔ اس میں شخصی خوبیاں، خامیوں اور کمزوریوں کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔ ان کی تصویروں میں سیرت کے نقش و نگار نکھر کے سامنے آتے ہیں۔ بعض خاکوں کا کینوس بہت طویل ہے اور بعض کا بے حد مختصر لیکن ان کے فن کی بدولت ان کی پیش کردہ ہستیاں جیتے جاگتے انسان کے روپ میں نظر آتی ہیں۔ احمد ندیم قاسمی نے نہایت معمولی جزئیات کو بڑی خوبی سے پیش کیا ہے۔ عام نگاہوں میں جن چھوٹے چھوٹے واقعات کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی وہ اپنی اندازِ نگارش اور ساحرانہ فن کاری سے انہیں اہم اور قیمتی بان دیتے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی دلکش اور پر لطف ہے اور انداز بیان معنویت سے بھرپور ہے۔ انھوں نے جن شخصیات پر قلم اٹھایا ہے ان کو حالات و واقعات اور ان کے مشاغل پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کی تحریر میں متانت اور ٹھہراؤ ہے۔ مبالغہ نہیں پایا جاتا۔ لب و لہجہ دھیما ہے اور زبان شخصیتوں کے خدوخال ابھارنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔“(5)

احمد ندیم قاسمی نے منٹو کے خاکے میں طنز و مزاح کا رنگ بھر دیا اور انھوں نے منٹو کو ایک شراب نوش پیش کرنے کے بجائے ایک معمولی اور معصوم دل کے طور پر پیش کیا۔ ان کے خیال میں منٹو کے من میں ہمدردی، زکاوت، نفاست اور رحم موجود تھا۔ وہ دل کے صاف انسان تھے۔ شراب نوشی کی وجہ سے بدنام تھے لیکن حقیقی معنوں میں ان کی شخصیت معصومیت کا پیکر تھی۔ منٹو کو بدلا لینے کا بڑا شوق تھا۔ وہ اپنی بے عزتی کا بدلا ضرور لیتے تھے۔ حفیظ جالندھری اور منٹو کی نوک جھوک رہتی تھی۔ جس کی جہ سے ایک بار حفیظ جالندھری نے ان کو ”منٹو صاحب“ کہنے کے بجائے ”کیسے ہو برخوردار سعادت“ کہہ دیا۔ اس کے بعد منٹو نے اُن کی خوب دُرگد بنائی۔ قاسمی اس واقعہ کو یوں پیش کرتے ہیں:

”حفیظ صاحب آپ کے ایک شعر نے مجھے بہت دنوں سے پریشان کر رکھا ہے اس میں اتنی گہرائیاں اور ساتھ ہی اتنی بلندیاں ہیں کہ میرا ذہن اس کے مفہوم کو گرفت میں لانے سے قاصر ہے۔ مجھے تو یہ فلسفیانہ شعر معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہو تو مجھے اس کا مطلب سمجھا دیجیے۔ حفیظ صاحب منٹو کے اس اسلوب گفتگو سے بہت خوش ہوئے۔ ہاں برخوردار سعادت بولو وہ کون سا ہے؟ اور منٹو بولا ”شاہنامہ اسلام“ کا شعر ہے۔

مگر نہایت گھمبیر اور شعر یہ ہے:

یہ لڑکا جو کہ لپٹا ہے، وہ لڑکی جو کہ لپٹی ہے
وہ پیغمبر کا بیٹا ہے وہ پیغمبر کی بیٹی ہے

حفیظ صاحب فوراً منٹو کی بنت تک پہنچ گئے اٹھ کھڑے اور خود کو برا بھلا کہنے لگے اور منٹو ہمارے پاس آکر بولا برخوردار سعادت کا کمال دیکھا۔"(6)

درج بالا اقتباس کو مزاحیہ اور طنزیہ خاکہ کی عمدہ مثال قرار دیا جا سکتا ہے۔ خاکہ نگار نے واقعہ کو بڑے شگفتہ انداز میں پیش کیا ہے۔ اس طرح منٹو کی حسِ مزاح کا پتہ چلتا ہے اور خاکہ نگار کی مزاجی بصیرت کا علم بھی ہوتا ہے۔ فیض احمد فیض کے خاکہ میں انھوں نے فیض کی نفسیات کا گہرا جائزہ پیش کیا ہے۔ اس خاکہ کا مطالعہ ہمیں فیض کی زندگی کے کئی مبہم پہلوؤں سے روشناس کرتا ہے۔ قاسمی نے فیض کی خامیوں اور خوبیوں کو ایک ساتھ پیش کیا ہے۔ فیض کے خاکہ سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"جب بھی ہم لوگ کسی شہر میں پہنچتے ہیں ہمارے استقبال کو وہاں کے جرنلسٹ موجود ہوتے۔ ہر شہر میں فیض صاحب ہم سب کا تعارف کرواتے۔ دورے کے آخری دن تک میری باری آتی تو میرا نام بتانے کے بعد فیض صاحب یہ کہتے:

"He is the editor of a vernacular "daily Imroze" which means today."

ایک دو بار چاہا کہ فیض صاحب سے کہوں کہ ٹھیک ہے۔ میں روزناموں کے ایڈیٹر کے وفد کا کارکن ہوں۔ مگر شاعر اور افسانہ نگار بھی تو ہوں۔ میر تعارف کراتے ہوئے ایڈیٹری کے ساتھ ہی میری شاعری اور افسانہ نگاری کا بھی ذکر کر دیجیے گا تو کیا کسی گناہ ارتکاب ہو جائے گا۔ جب کہ آپ خاص طور پر مشرقی پاکستان کے ایڈیٹر کی جرنلزم کے علاوہ ان کی مصوری، موسیقی وغیرہ کے شوق کا بھی ذکر فرما دیتے ہیں۔"(7)

امتیاز علی تاج کے خاکہ میں انھوں نے توصیفی انداز اپنایا ہے۔ ان کی زندہ دلی شرافت، شائستگی اور اپنے مزاج کو بہت عقیدت مندانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ ان کے خیال میں امتیاز علی تاج شرم و حیا کا وہ پیکر ہے جو زمانے کی کجی کو دیکھتا ہے تو لیکن دل ہی دل میں پسیج جاتا ہے لیکن کسی سے کہتا کچھ نہیں۔ اس خاکے میں تاثراتی رنگ اور منفرد لب و لہجہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ ان کی خوش مزاجی قاری کو مسحور کیے رکھتی ہے۔ ان کی شرافت اور شگفتگی قاری کو اپنے سحر میں جکڑے رکھتی ہے۔ امتیاز علی تاج کا خاکہ اُن کے جانب دارانہ رویہ کی عکاسی کرتا ہے:

"شرافت، تہذیب، شائستگی اور خوش مزاجی کا یہ مرقع جس طرح اس دنیا سے رخصت ہوا وہ ہم سب کے لیے دردناک بھی ہے اور شرمناک بھی۔ میں نے ان کی موت کی خبر سنی تو کچھ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے شگفتگی کی انتہا پر پہنچتے ہوئے ایک پھول کو مسل ڈالا گیا ہو۔"(8)

مندرجہ بالا اقتباس قاسمی کی امتیاز علی تاج سے محبت اور ہمدردی کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ خاکہ نگار نے صاحبِ خاکہ کی شخصیت پر پڑے ہوئے پردہ کو ہٹا کر ان کے جزئیات، احساسات، معصومیت زندہ دلی اور خوش مزاجی کو عیاں کیا ہے۔

قاسمی نے مختصر وقت میں بڑے پائے کے خاکے لکھ کر ادب کو وسعت عطا کی۔ ان کے خاکے خاکہ نگاری کے فلک پر نجم ثاقب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے ممدوحین کی زندگیوں کو ایسے منفرد اور اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے کہ تشنگی ڈھونڈنے کو نہیں ملتی۔ قاری صاحب خاکہ

سے ہمدردی کرنے لگتا ہے۔ وہ زیرِ بحث شخص کی خامیوں اور برائیوں کے باوجود اُس سے محبت کرتا ہے۔ سبینہ اویس اپنے مقالہ ”احمد ندیم قاسمی کی نثر نگاری کا تنقیدی جائزہ“ میں رقم طراز ہیں:

”ان کے قلم کا اعجاز ہے کہ قاسمی موضوع شخصیت کے خدوخال واضح کرتے ہوئے ظاہریت کا پردہ چاک کرتے ہیں۔ اکثر خاکوں میں انسان کو انسان ہی رہنے دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کھینچی ہوئی قلمی و شخصی تصویروں کے سامنے قاری نہ تو عزت سے سر جھکانے پر مجبور ہوتا ہے اور نہ ہی وہ نفرت سے منھ موڑ لیتا ہے بل کہ قاسمی ہر شخص میں کوئی نہ کوئی وصف خاص تلاش کر لیتے ہیں۔“(9)

قاسمی نے ن۔م راشد کے خاکہ میں انسان دوستی کا رویہ پیش کیا ہے۔ ان کے دیگر خاکوں میں بھی یہی صورت حال ملتی ہے۔ فیض کے خاکہ میں غیر جانبداری ہے لیکن بعض خاکوں میں جانب داری اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ موجود ہے۔ وہ قاری کو موضوع شخص سے بدظن کرنے کے بجائے محبت کا درس دیتا ہے۔ قاری زیرِ بحث شخص سے نفرت نہیں کرتا بل کہ اُس کے حالات، خیالات اور جذبات کو اپنی ذات کا حصہ سمجھنے لگتا ہے۔ راشد کے ایک خط کو انھوں نے من و عن لکھا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

”اس انتخاب کو میں کئی مرتبہ پڑھ چکا ہوں اور ہر بار قاسمی صاحب کی قدر و منزلت میرے دل میں بڑھتی چلی گئی ہے۔ ایران میں بعض شیعہ حضرات کا یہ ایمان ہے کہ قرآن دراصل حضرت علی پر نازل ہونے والا تھا لیکن فرشتے کی غلطی سے حضرت محمدؐ کے ہاتھ لگ گیا۔ چناں چہ مجھے بھی یہ انتخاب پڑھ کر یقین ہونے لگا ہے کہ یہ وحی خود پر نازل ہونے والی تھی لیکن ہاتف کی غلطی سے۔۔۔ قاسمی صاحب پر نازل ہوگئی! قاسمی صاحب مجھے معاف فرمائیں۔“(10)

اس اقتباس میں راشد نے قاسمی کی علمی و ادبی خدمات کو سراہا ہے۔ وہ خط جو مدیر کو راشد نے لکھا۔ اُسے قاسمی نے خاکے کا حصہ بنا دیا۔ قاسمی نے ن۔م راشد کے خاکہ میں سنجیدہ اور بیانیہ انداز اپنایا ہے یہ خاکہ سنجیدہ خاکہ کی عمدہ مثال ہے۔

خاکہ نگاری کا فن کمال ہے کہ وہ شخصیت کے ظاہر باطن میں جھانک کر پوشیدہ پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔ خاکہ نگار زیرِ بحث شخص کی نفسیات، جذبات اور اُس کی مجلسی زندگی کو پیش کرتے وقت تخیل کا سہارا نہیں لیتا بلکہ یہ قوتِ مشاہدہ و مطالعہ سے صاحبِ خاکہ کو لفظی پیکر میں ڈھالتا ہے۔ قاری زیر بحث یا موضوع شخص کی سوچ، فکر اور حالات سے خود بخود آگاہ ہونے لگتا ہے۔ بعض اوقات خاکہ نگار ظاہری خدوخال کے بجائے باطن میں جھانک کر شخصیت کا اصلی چہرہ قاری کے سامنے لاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ متبسم چہرہ اور اس کا مرکز و محور ہو، اس لیے خاکہ نگار ہر پہلو پر نظر رکھتا ہے۔

ابن انشا کی خصوصیات کا اندازہ خاکہ نگار نے ان کے کالم سے لگایا ہے۔ ان کے خیال میں انشا شگفتگی کے پیرہن میں اور سی لیے پھرتا ہے۔ ہاجرہ مسرور کا خاکہ پہلی بار ”نقوش“ میں شائع ہوا۔ اس خاکہ میں انھوں نے ہاجرہ کی سہل پسندی، بچپن اور بلوغت کے حالات و واقعات، مشاغل دنیوی، انصاف پروری، قوت متخیلہ، مطالعہ فہمی، موسیقی سے شغف، خدا ترسی، رحم دل اور انسانیت سے محبت کرتی تصویر پیش کی ہے۔

یہ علمی تصویر نہ بولتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ جاتی ہے:

"میرے پاس کچھ جمع ہو جائے تو میں دنیا بھر کے سفر پر چل پڑوں۔ کہیں پیدل، کہیں لمبے سمندری سفر، برف زاروں، حسین ریگستانوں میں، بندہ زاروں میں، زندگی سفر میں کٹ جائے۔ احمد علی اور میں مل کر سفر نامہ لکھیں۔ بڑا شان دار سفر نامہ ہو گا، لالہ تم بھی کچھ جمع کر لو تاکہ تمہارے بچے بعد کو پریشان نہ ہوں۔ خدیجہ اور ظہیر کو بھی چلنا چاہیے۔"(11)

یہ اقتباس ہاجرہ مسرور اور قاسمی کے درمیان ہونے والی گفتگو میں زیرِ بحث مقصد و خیالات کی عکاسی کرتا ہے۔ ایک طرف تو مناظر فطرت کی محبت سے لطف اٹھانے کی خواہش ہے لیکن دوسری طرف کائنات کی بے ثباتی کا ذکر بھی موجود ہے۔ یہ اقتباس ہاجرہ مسرور کے افکار کی وضاحت کرتا ہے۔ قاسمی نے ہاجرہ مسرور کے من میں جھانک کر اُن کی فطرت سے محبت اور لگاؤ کو پیش کیا ہے۔ ایک ایک لفظ ہاجرہ کی بے بسی، خواہشِ ناتمام اور جذبات سے بھرپور خیالات کا عکاس معلوم ہوتا ہے۔

"میرے ہم قدم" میں شامل احسان دانش کا خاکہ قاری کے لیے دلچسپی کا سامان مہیا کرتا ہے۔ انھوں نے سنجیدہ انداز میں احسان دانش کو علم و دانش کا گہوارہ کہا ہے۔ ان کے خیال میں احسان دانش کی شخصیت مختلف جہتوں کا مجموعہ ہے۔ وہ ہر فن مولا شخصیت ہیں۔ ان کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ احسان دانش ہر موضوع زندگی پر خامہ فرسائی کرنے کا ملکہ رکھتے تھے۔ کسی بھی موضوع میں دلچسپی نہ ہونے کے باوجود بھی وہ اکتاہٹ اور تھکاوٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔ خاکہ نگار کے نزدیک عروض ان کا پسندیدہ موضوع تھا۔ وہ باتوں میں بھی عروض کا خاصا خیال رکھتے تھے۔ عروض میں تازگی، شگفتگی و شستگی کا کوئی نہ کوئی پہلو تراش لینا اُن کا جوہرِ خاص تھا۔ مثال ملاحظہ ہو:

"احسان دانش صرف ایک شاعر نہیں تھے۔ ایک مکتبۂ فکر بھی تھے کتنے بے شمار اہلِ قلم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے شعر و فن اور علم و ادب سے فیض یاب ہو کر ہمارے بڑھتے ہوئے تہذیبی کارواں میں شامل ہو جاتے۔ پھر احسان دانش کی شخصیت کی اتنی بہت سی جہتیں تھی کہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے والوں میں شاید ہی کوئی مایوس لوٹا ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انارکلی کے اس بالاخانے پر علم و فن کا ایک چشمہ جاری ہے۔ جس سے کتنے ہی تشنگانِ شعر و ادب جی بھر کر اپنی اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ ساتھ ساتھ احسان دانش کی طبع شگفتگی تھی کہ مجال ہے جو وہ کسی بھی موضوع کو اکتاہٹ کا شکار ہونے دیتے ہوں۔ حد یہ کہ عروض کی بحثوں میں بھی وہ شگفتگی کا کوئی نہ کوئی پہلو نکال لیتے تھے۔"(12)

قاسمی نے صرف انھی شخصیات پر لکھا ہے جو اُن کی پسندیدہ تھی۔ انھوں نے اپنے ممدوحین کی علمی و ادبی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے خاکے لکھے۔ مولانا غلام رسول مہر کا خاکہ تاثراتی خاکہ کی عمدہ مثال کہا جا سکتا ہے۔ اردو میں ایسے تاثراتی خاکے خال خال ہیں۔ قاسمی مولانا کا تعارف یوں کرواتے ہیں:

"مولانا غلام رسول مہر کی ہمہ جہت شخصیت کا تنوع حیرت انگیز تھا۔ وہ جتنے بڑے اخبار نویس تھے۔ اتنے ہی بڑے ادیب اتنے ہی بڑے محقق، اتنے ہی بڑے مورخ اور تنے ہی بڑے نقاد بھی تھے۔ ان سب جہتوں پر مستزاد ان کی شخصیت کا وہ جمال تھا جو ان کے ہر ملنے والے پر اپنا پر تو ڈال کر اُسے مسحور کر لیتا تھا۔"(13)

مولانا عبدالمجید سالک اور چراغ حسن حسرت کا خاکہ اُن کی جانب داری اور مبالغہ آمیزی کو واضح کرتا ہے۔ خاکہ نگار نے صاحب خاکہ سے محبت، ہمدردی، خلوص اور لگاؤ کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ ممدوحین کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"میں سالک صاحب کی شخصیت کا ایک ذرا سا پر تو پیش کرنے کے تصور ہی سے کانپ رہا ہوں۔ اس موضوع اور میرے تخلیقی جذبے کے درمیان بڑا فاصلہ ہے اور یہ فاصلہ افق تا افق کا نہیں، فراز و نشیب کا ہے۔ آپ کہیں، یہ ندیم نہیں بول رہا ہے۔ ندیم کی سالک صاحب کے متعلق کچھ لکھتے ہوئے میرے قلم کی روانی کو اس عقیدت نے پکڑ رکھا ہے۔۔۔"(14)

قاسمی نے ان کی شخصیت کی خامیوں اور خوبیوں کا ذکر کرنے کے بجائے صرف اور صرف خوبیاں بیان کی ہیں۔ ان کا یہ جانب دارانہ رویہ ان کے خاکوں کا سُقم ضرور ہے لیکن اس سے ان کی انفرادیت اور اہمیت کم نہیں ہوتی۔

بہ حیثیت مجموعی کہہ سکتے ہیں کہ احمد ندیم قاسمی نے اپنے شستہ در چند اسلوب کے ذریعے اپنے ممدوحین کی مجلسی زندگی کو نئی روح، نیا لبادہ اور حسنِ لازوال عطا کیا۔ بعض خاکوں میں جانب داری موجود ہے لیکن زیادہ تر خاکے اُن کی غیر جانب داری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ خاکوں میں ان کے ممدوحین کے ساتھ ساتھ خاکہ نگار کی شخصیت کا عکس نظر آتا ہے۔ ہر خاکہ میں صاحبِ خاکہ، خاکہ نگار کے کندھے سے یوں کندھا جوڑے کھڑا نظر آتا ہے جیسے مسجد میں نمازی۔ مختلف شخصیت کے بارے میں ایسے معلومات فراہم کی گئی ہیں جن تک رسائی عام قاری کے بس کی بات نہیں۔ خاکوں کو شجرِ سایہ دار سے تشبیہ دی جاسکتی ہے، ایسے شجر سایہ دار سے جو مسافروں کی تھکن بھی دور کرتا ہے اور ان کی روح میں تازگی بھی پیدا کرتا ہے۔ خاکوں کا مطالعہ کرنے کے بعد کئی تاریخی واقعات کا علم ہوتا ہے۔ بعض مزاح سے بھرپور واقعات شخصیات کی حسِ مزاح سے روشناس کراتے ہیں۔ قاسمی کے خاکے اس گلستان کی مانند ہیں جو فضا کو خوشبو سے معطر کر دیتا ہے۔ ہمدردی کا رویہ قاری میں احساس پیدا کرتا ہے اور قاری صاحبِ خاکہ کی بے بسی اور مجبوری کو بھانپ لیتا ہے۔

خلاصہ بحث

مختصر یہ کہ احمد ندیم قاسمی کے خاکے سوانحی ہیں لیکن معلومات سے عاری نہیں۔ شگفتگی اور تازگی کا احساس برقرار رہتا ہے۔ قاری الجھن کا شکار نہیں ہوتا۔ خدوخال اور شخصی مرقع نگاری کا فقدان ہے لیکن خاکہ نگار نے ایسی معلومات پیش کی ہیں جن سے متعلق شخص کی شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

1۔ احمد ندیم قاسمی، پس الفاظ، لاہور: اساطیر پبلشرز، 2003ء، ص:10-11
2۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، پاکستانی کلچر، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 1985ء، ص:126
3۔ احمد ندیم قاسمی، معنی کی تلاش، لاہور: اساطیر پبلشرز، 2003ء، ص:190
4۔ صبیحہ نسرین، آزادی کے بعد اردو میں خاکہ نگاری، مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی اُردو، نئی دہلی: شعبہ اُردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، 2019ء، ص:333

5۔ مطاہر احمد خان، احمد ندیم قاسمی کی نثری خدمات، مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی اُردو، علی گڑھ: شعبہ اُردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، 2008ء، ص:322۔323

6۔ احمد ندیم قاسمی، میرے ہم سفر، لاہور: اساطیر پبلشرز، 2002ء، ص:57۔58

7۔ ایضاً، ص:133

8۔ ایضاً، ص:173

9۔ سبینہ اویس، احمد ندیم قاسمی کی نثر نگاری کا تنقیدی جائزہ، مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی اُردو، لاہور: شعبہ اُردو، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، 2011ء، ص:367

10۔ احمد ندیم قاسمی، میرے ہم سفر، ص:192۔193

11۔ احمد ندیم قاسمی، مضمون: ہاجرہ مسرور، مشمولہ: نقوش، شخصیات نمبر، لاہور: شارہ نمبر 495، س ن، ص:678

12۔ احمد ندیم قاسمی، میرے ہم قدم، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 2007ء، ص:23

13۔ احمد ندیم قاسمی، میرے ہم سفر، ص:32

14۔ ایضاً، ص:35

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havashi-o-Havalajat

1. Ahmad Nadeem Qasmi, “Pas-e-Alfaaz”, Lahore, Asateer Publishers, 2003, P10-11
2. Jameel Jalbi, Dr., “Pakistani Culture”, Islamabad, National Book Foundation, 1985, P126
3. Ahmad Nadeem Qasmi, “Maani Ki Talaash”, Lahore, Asateer Publishers, 2003, P190
4. Sabeeha Nasreen, Azadi Ke Baad Urdu Mein Khaka Nigari, Maqala Bara-i Ph.D Urdu, New Delhi, Department of Urdu, Jamia Millia Islamia, 2019, P333
5. Mutahir Ahmad Khan, “Ahmad Nadeem Qasmi Ki Nasri Khidmaat”, Maqala Bara-i Ph.D Urdu, Ali Garh, Department of Urdu, Ali Garh Muslim University, 2008,P322-323
6. Ahmad Nadeem Qasmi, “Meray Ham Safar”, Lahore, Asateer Publishers, 2002, P57-58
7. Eizan, P133
8. Eizan, P173
9. Sabeena Awais, “Ahmad Nadeem Qasmi Ki Nasar Nigari Ka Tanqidi jayeza, Maqala Bara-i Ph.D Urdu, Lahore, Department of Urdu, Oriental College, Punjab University, 2011, P367
10. Ahmad Nadeem Qasmi, “Meray Ham Safar”, P192-193
11. Ahmad Nadeem Qasmi, Mazmoon:”Hajra Masroor”, Mashmoola:Naqoosh, Shakhsiyaat Number, Lahore, Shumara No.495, P678
12. Ahmad Nadeem Qasmi, “Meray Ham Qadam”, Lahore, Sang-e-Meel Publications, 2007, P23
13. Ahmad Nadeem Qasmi, Meray Ham Safar, P32
14. Eizan, P35